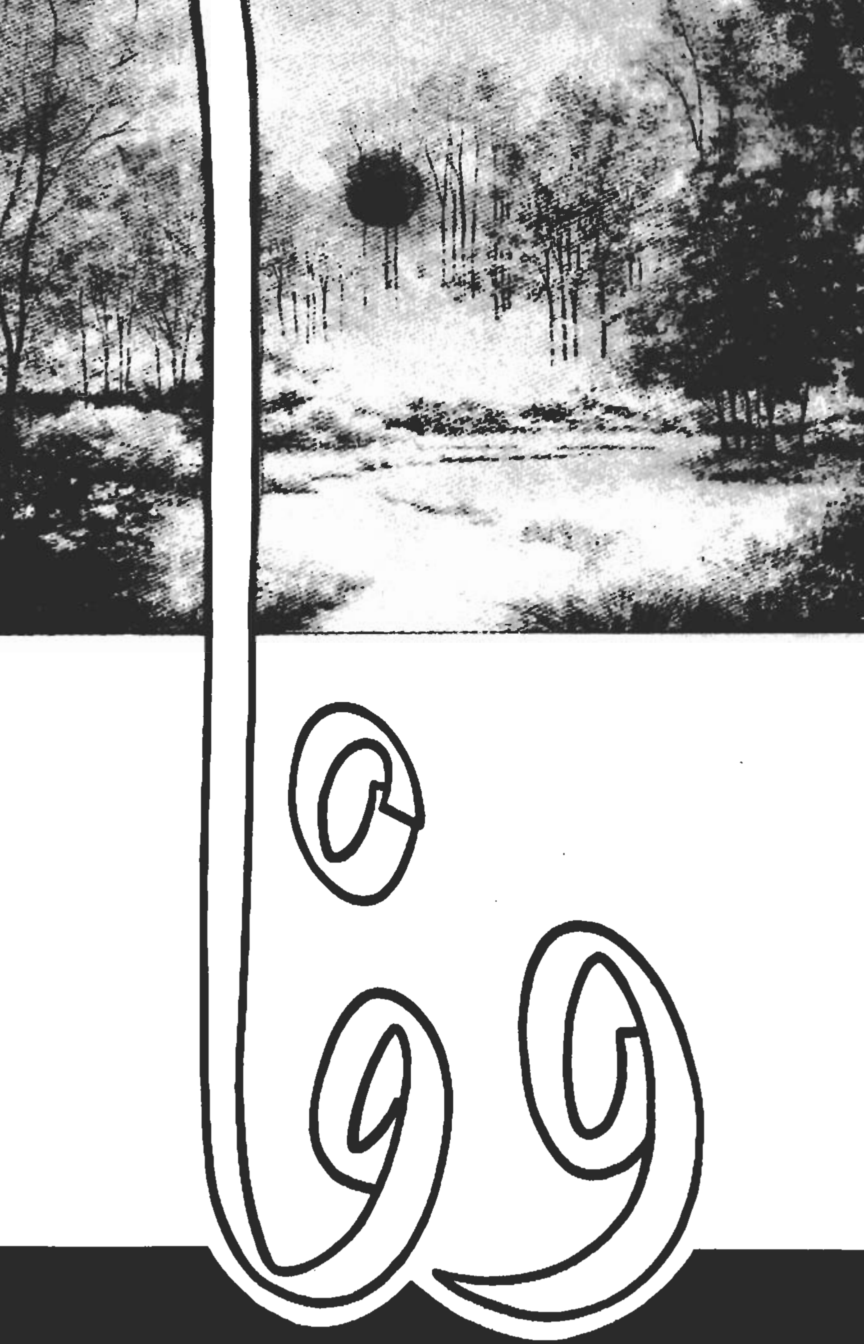

وہ دن بھر کا تھکا ماندہ رات کو گھر پہنچا تو سامنے کمرے میں لگے گھڑیال نے بارہ دفعہ ٹن ٹن بجا کر اس کا استقبال کیا۔ وہ اپنے بیڈ روم میں داخل ہوا۔ بستر پر پہنچتے ہی اس نے اپنا جسم بیڈ پر یوں گرا دیا جیسے کوئی تھکا ہارا مزدور منزل پہ پہنچ کر سر سے بھاری گٹھڑی زمین پر پھینک دیتا ہے۔

اس میں اتنی بھی ہمت نہ تھی کہ وہ کپڑے بدل سکے۔ اس کا انگ انگ درد کر رہا تھا۔ اس نے کمرے کی لائٹ بجھائی اور بستر پر دراز ہو گیا۔ اس نے اپنی آنکھوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ دیے اور اعصاب کو سکون دینے کی کوشش کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ نیند کی آغوش میں پہنچ چکا تھا۔ رات کے پچھلے پہر وہ خواب دیکھتا ہے کہ وہ مر چکا ہے۔ اس کے والدین، بہن بھائی اور بچے اس کی چارپائی کے گرد گھیرا ڈالے چیخ و پکار کر رہے ہیں۔ وہ ان کی دلدوز آوازیں سن رہا ہے، لیکن جواب نہیں دے سکتا۔ اس کا منہ کپڑے سے زور سے باندھ دیا جاتا ہے کہ کہیں منہ ٹیڑھا نہ ہو جائے اور اس کی دونوں ٹانگیں ٹخنوں کے قریب سے رسی سے باندھ دی جاتی ہیں تاکہ ٹانگیں کھل نہ جائیں۔ وہ سنتا ہے کہ اس کے گھر کے ٹیلی فون سے اس کے عزیز و اقارب کو اس کی موت کی اطلاع دی جا رہی ہے۔ وہ یہ بھی سنتا ہے کہ اس کے بھائی شہر میں رہنے والے عزیز و اقارب کو اس کی موت کی خبر سنانے جا رہے ہیں۔ وہ دیکھتا ہے کہ محلے کی عورتیں گھر میں اکٹھا ہونا شروع ہو گئی ہیں۔ اچانک وہ مسجد کے لاؤڈ سپیکر سے آواز سنتا ہے کہ کوئی منادی اعلان کر رہا ہے:

"حضرات! ایک ضروری اعلان سنئے، چوہدری افضل حسین قضائے الٰہی سے انتقال کر گیا ہے۔ اس کا جنازہ ٹھیک چار بجے اس کے گھر سے اٹھایا جائے گا۔ تمام حضرات سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ جنازہ میں شرکت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں"۔

وہ یہ خوفناک اعلان سن کر چیخنا چاہتا ہے لیکن قوت گویائی سلب ہو چکی ہے۔ وہ اٹھ کر بھاگنا چاہتا ہے لیکن اعضا حکم ماننے سے بغاوت کر چکے ہیں۔ پھر اس نے سنا کہ اس کا چچا اپنے بیٹے سے کہہ رہا ہے کہ غسال اور کفن سینے والے درزی کا انتظام کرو۔ پھر اس کا ماموں اس کے چچا سے کہہ رہا تھا کہ پہلے محلے کے مولوی صاحب سے یہ تو پوچھ لو کہ کفن کو کپڑا کتنا لگے گا۔ پھر اس کے ماموں نے اس کے چچا سے پوچھا کہ کیا قبر کا بندوبست ہو گیا ہے؟ اس کے

چچا نے کہا کہ قبر کا بندوبست تو میں صبح ہی کر آیا تھا اور اپنے سامنے ہی کھدائی شروع کرا دی تھی۔

اسے پتہ چلتا ہے کہ باہر دریاں بچھ گئی ہیں۔ محلے دار دریوں پر بیٹھنا شروع ہو گئے ہیں۔ اندرون شہر سے آنے والے عزیز و اقارب بھی پہنچنا شروع ہو گئے ہیں۔ اس نے سنا کہ ملتان سے اس کی بہن کا فون آیا ہے اور اس نے تاکیداً کہا ہے کہ میں فوراً آ رہی ہوں۔ میرے آنے سے پہلے میرے بھائی کا جنازہ نہ اٹھایا جائے۔

اچانک اس کے کانوں میں ایک خوفناک آواز پڑتی ہے:

''میت کو غسل کے لیے تیار کرو اور غسل کا سارا سامان لے آؤ''۔ یہ غسال کی آواز تھی۔ غسال کے حکم پر چند نوجوان اس کی چارپائی اٹھا کر گھر کے صحن کے ایک کونے میں رکھ دیتے ہیں اور پردے کے لیے اردگرد چادریں تان دیتے ہیں۔ سب سے پہلے اس کا بھائی اس کی کلائی سے اس کی محبوب ''راڈو'' گھڑی اتارتا ہے' جو اس نے اپنے ایک دوست سے دوبئی سے منگوائی تھی۔ پھر اس کے ہاتھوں سے سونے کی انگوٹھی اتاری جاتی ہے جو اس کی ساس نے اسے اس کی منگنی کے دن پہنائی تھی۔ اس کی جامہ تلاشی لی جاتی ہے اور اس کی جیب سے ہزاروں روپے اور کاغذات نکالے جاتے ہیں۔ وہ حسرت سے اس ڈرامہ کا ٹکٹ دیکھتا ہے' جس کی اس نے آج ہی ایڈوانس بکنگ کرائی تھی اور کل دوستوں کے ساتھ الحمرا آرٹ سینٹر میں وہ ڈرامہ دیکھنا تھا۔ اس کی قمیض اتار دی جاتی ہے۔ اس کی خوبصورت نسواری رنگ کی پینٹ جو اس نے آج ہی پہنی تھی اس کے جسم سے جدا کر دی جاتی ہے۔ اب اس کے جسم پر فقط ایک جانگیہ رہ جاتا ہے۔ وہ غسال سے چیخ چیخ کر کہنا چاہتا ہے کہ خدارا! میرا جانگیہ نہ اتارنا' میں بالکل ننگا ہو جاؤں گا' لیکن اس کی زبان تو ہمیشہ کے لیے خاموش ہو چکی تھی۔ غسال کے بے رحم ہاتھ بڑھتے ہیں اور اس کا واحد تن پوش جانگیہ بھی اتر جاتا ہے۔ اس ننگ دھڑنگ کو اٹھا کر نہانے والے پھٹے پر لٹا دیا جاتا ہے۔ پھر پانی اور بالٹی کی آواز آتی ہے۔ اچانک ٹھنڈے پانی کا ایک ڈونگا اس کے جسم پر گرتا ہے۔ وہ کانپنا چاہتا ہے لیکن کانپ نہیں سکتا۔ پھر دھڑا دھڑ اس پر پانی کے ڈونگے گرنے لگتے ہیں۔ پھر غسال اپنے سخت ہاتھوں سے اس کے جسم پر صابن ملنے لگتا ہے۔ اسے الٹا سیدھا کرتا ہے۔ کبھی کسی پہلو لٹاتا ہے اور کبھی کسی پہلو۔ نہلانے کے بعد اسے کفن پہنایا جاتا ہے۔ اس کے نتھنوں میں روئی ٹھونس دی جاتی ہے' عطر کا چھڑکاؤ ہوتا ہے۔ کفن پر مشک بور بکھیر دیا جاتا ہے اور اسے اٹھا کر جنازے

والی چارپائی پر لٹا دیا جاتا ہے اور چارپائی کو اٹھا کر گھر کے صحن میں رکھ دیا جاتا ہے۔ سینکڑوں مرد و زن اس کا چہرہ دیکھنے کے لیے اس کی طرف لپکتے ہیں۔ چیخوں کا ایک طوفان اٹھتا ہے' آنسوؤں کا ایک سیلاب بہہ جاتا ہے۔ اس کی بیوی اور بہنیں اس کے اوپر گر جاتی ہیں۔ اس کے والدین اور بچے رو رو کر نڈھال ہو جاتے ہیں۔ اچانک مسجد سے پھر ایک اعلان ہوتا ہے:

حضرات! افضل حسین کا جنازہ تیار ہے' جو احباب جنازے میں شامل ہونا چاہتے ہوں وہ مرحوم کے گھر فوراً پہنچ جائیں"۔

چار پانچ نوجوان جنازے کی چارپائی کو اٹھانے کے لیے آگے بڑھتے ہیں۔ گھر کی عورتیں مزاحم ہوتی ہیں لیکن وہ کلمہ شہادت کی ایک زوردار صدا لگا کر جنازے کی چارپائی اٹھا لیتے ہیں۔ ادھر جنازہ اٹھتا ہے' ادھر چیخوں کی خوفناک آندھی سے ماحول تھرتھرا اٹھتا ہے۔ وہ یہ سب کچھ دیکھ اور سن رہا تھا۔ جب جنازہ گھر سے نکلا تو اس نے دیکھا کہ اس کی نئی سوزوکی گاڑی جو اس نے پچھلے مہینے ہی خریدی تھی باہر گلی میں کھڑی ہے۔ بازار سے جب اس کا جنازہ گزر رہا تھا تو اسے محلے کی وہ دکانیں نظر آ رہی تھیں جہاں وہ بچپن میں گھر سے اچھل کود کرتا سودا سلف لینے کے لیے آیا کرتا تھا۔ راستے میں اسے وہ کھیل کا میدان بھی نظر آیا جہاں وہ بچپن میں دوستوں کے ساتھ گلی ڈنڈا اور فٹ بال کھیلا کرتا تھا۔ راہ میں اسے اپنا سکول نظر آیا جہاں ہر سال پاس ہونے پر اس کے والد صاحب اس کو پھولوں کے ہار پہنایا کرتے تھے۔ سفر کرتے کرتے جنازہ' جنازگاہ میں پہنچ گیا۔ یہ جنازگاہ اس نے پہلے بھی کئی دفعہ دیکھی تھی' لیکن ہر دفعہ جنازہ کسی اور کا ہوتا تھا اور وہ نماز جنازہ پڑھنے کے لیے آتا تھا۔ لیکن آج جنازہ اس کا اپنا تھا اور دوسرے جنازہ پڑھنے کے لیے آئے تھے۔ جنازہ زمین پر رکھ کر لوگ وضو کے لیے چلے گئے۔ جونہی لوگ واپس آئے' فضا میں ایک گرجدار آواز گونجی:

"تمام بھائی نماز جنازہ کی نیت سن لیں"۔ یہ نماز جنازہ پڑھانے والے مولوی صاحب کی آواز تھی۔

انہوں نے کہا:

"چار تکبیر نماز جنازہ' فرض کفایہ' ثناء واسطے اللہ تعالیٰ کے' درود واسطے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے' دعا واسطے اس حاضر میت کے' منہ طرف قبلہ شریف کے' پیچھے اس امام کے"۔ اس کے بعد امام صاحب نے نماز جنازہ کا طریقہ بتایا۔ اس نے سوچا کیا ان لوگوں کو نماز جنازہ اور اس کی نیت نہیں آتی۔ لیکن جلد ہی اس کے ضمیر نے جواب دیا کہ تجھے بھی تو یہ

سب کچھ نہ آتا تھا۔ تو بھی تو لوگوں کے جنازے ایسے ہی پڑھا کرتا تھا۔ اس جواب سے اس کی خوب تسلی ہو گئی۔

نماز جنازہ شروع ہونے سے قبل جب صفیں تیار ہو چکی تھیں' اچانک اس کے خمیدہ کمر والد صاحب مجمع کے سامنے آئے اور انہوں نے کہا کہ اگر میرے مرحوم بیٹے نے کسی کا قرض دینا ہو تو وہ اپنا قرض مجھ سے لے سکتا ہے۔ اس نے دیکھا کہ ادھر اس کے والد صاحب نے یہ اعلان کیا ادھر اس کا دوست منشی خاں جس سے اس نے پچاس ہزار روپے لینے تھے اور کئی دفعہ رقم طلب کرنے پر وہ اسے آج کل پر ٹرخا دیتا تھا۔ صفوں سے باہر نکلا اور پوری آواز سے چلا کر سارے مجمع کو مخاطب کر کے کہنے لگا: ''میں نے افضل حسین سے پچاس ہزار روپے لینے تھے' لیکن میں اس کا دوست ہونے کے ناتے اسے معاف کرتا ہوں''۔

منشی خاں کا یہ اعلان اس پر دوسری موت طاری کر گیا اور وہ سوچتا رہ گیا کہ شقی القلب دنیا موت کے ساتھ بھی ہنسی مذاق سے نہیں چوکتی۔ نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے اور جنازہ سوئے قبرستان روانہ ہو جاتا ہے۔ قبر کے کنارے چارپائی رکھ دی جاتی ہے۔ لوگ قبر کے گڑھے کو دیکھ کر اللہ اللہ کی صدائیں بلند کر رہے ہیں۔ جنازہ کی چارپائی کی ایک سائیڈ کو کھولا گیا۔ ایک باہمت نوجوان آگے بڑھا اور اس نے اس کی کمر میں ایک مضبوط کپڑا ڈال کر اسے درمیان سے اٹھایا۔ دو نوجوانوں نے اس کے سر اور پاؤں پکڑے۔ کلمہ شہادت کا ایک زوردار ورد ہوا اور وہ لوگوں کے بازوؤں کے سہارے زمین سے زیر زمین جا چکا تھا۔ قبر نے اسے اپنے پیٹ میں لٹا لیا تھا۔ اس کا منہ قبلہ رخ کیا گیا۔ پھر اس نے اپنے محلے کے ایک بزرگ' جسے وہ چاچا کرم دین کے نام سے پکارا کرتا تھا' کی آواز سنی:

''بچو! وقت کم ہے' شام کے سائے بڑھ رہے ہیں۔ جلدی سے سلیں رکھو اور مٹی ڈالو''۔

یہ آواز سن کر اس کے جسم میں ایک زلزلہ آ گیا۔ اس کا اہل دنیا کے ساتھ یہ آخری مصافحہ تھا۔ قبر پر سلیں رکھ دی گئیں۔ پھر یکدم لوگوں نے قبر پر مٹی گرانی شروع کر دی۔ قبر میں ہولناک اندھیرا چھا گیا۔ وہ زمین کے باہر والے انسانوں کو دیکھ تو نہ سکتا تھا لیکن ابھی کسی سوراخ سے اسے ان کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس وقت اس کے دل میں تمنت حسرت پیدا ہوئی کاش ان آوازوں میں اس کے بیوی بچوں کی آواز بھی ہوتی۔ قبر کو مٹی سے مکمل ڈھانپ دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی باہر سے آنے والی آوازیں خاموش ہو گئیں۔

قبر میں اس قدر اندھیرا چھا گیا کہ اسے قبر کی دیواریں بھی دکھائی نہ دیتی تھیں۔ اسے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اپنے اردگرد اور اوپر نیچے سانپ اور بچھو نظر آ رہے تھے اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے ان میں سے کوئی ابھی اس پر اپنا زہریلا ڈنک آزمائے گا اور اسے جلا کر خاکِ سیاہ بنا دے گا۔ اچانک ایک خوفناک آواز آتی ہے اور قبر اسے اٹھا کر باہر پھینک دیتی ہے۔ وہ سخت حیران ہوتا ہے کہ اس قبرستان کی ساری قبروں نے اپنے مردوں کو قبروں سے باہر پھینک دیا ہے۔ سارے قبروں والے خوف کے عالم میں تھر تھر کانپ رہے ہیں کہ انہیں حکم ہوتا ہے کہ حشر کے میدان کی طرف بھاگو۔ جہاں تم سے تمہارے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ سب سرپٹ حشر کے میدان کی طرف اس سرعت و تیزی سے بھاگتے ہیں کہ تھوڑی دیر میں وہ حشر کے میدان میں موجود ہوتے ہیں۔

میدان حشر میں ان گنت انسان جمع ہیں۔ لوگ سخت گھبراہٹ میں ہیں اور ریوڑوں کی صورت میں ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں۔ سورج کی تمازت سے انسانی جسموں سے چربی پگھل رہی ہے۔ زبانیں سوکھ کر کانٹا ہو گئی ہیں۔ شدت پیاس سے ہونٹ اور زبانیں پھٹ چکی ہیں۔ بھوک کا یہ عالم ہے کہ انسان کہنیوں تک اپنا گوشت کھا چکے ہیں۔ انسانی رشتے کچے دھاگے کی طرح ٹوٹ چکے ہیں۔ کوئی کسی کا غمگسار اور پرسانِ حال نہیں۔ ماں باپ اولاد کو دیکھ کر بھاگتے ہیں اور اولاد ماں باپ کو دیکھ کر دوڑ جاتی ہے کہ کہیں کوئی ہم سے نیکی نہ مانگ لے۔ ہر انسان نفسی نفسی پکار رہا ہے۔ زمین اس قدر گرم ہے کہ اس پر پاؤں نہیں ٹکتے۔ ہر انسان اپنے گناہوں کے مطابق پسینے میں ڈوبا ہوا ہے۔

اچانک وہ دیکھتا ہے کہ ایک بہت بڑا گروہ میدان حشر کی ایک سمت کو بھاگا جا رہا ہے۔ وہ اس تیزی سے بھاگ رہا ہے جیسے بکریوں کا ریوڑ حملہ آور شیر کو دیکھ کر بھاگتا ہے' لیکن اسے محسوس ہوتا ہے کہ یہ گروہ کسی سکون گاہ کی طرف جا رہا ہے۔ وہ اس گروہ کے ایک فرد کو روک کر پوچھتا ہے کہ تم لوگ کدھر جا رہے ہو؟ اسے بتایا جاتا ہے کہ یہاں سے کچھ فاصلے پر شافع محشر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار لگا ہے اور یہ پریشان حال لوگ شفاعت رسولؐ حاصل کرنے جا رہے ہیں۔ اسے بتایا جاتا ہے کہ شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر تشریف فرما ہیں اور اپنے پیاسے امتیوں کو جام کوثر بھر بھر کر پلا رہے ہیں اور جو ایک جام پی لے اسے پھر دوبارہ پیاس نہیں لگے گی۔ اس نے دیکھا کہ بہت سے لوگ پروانہ شفاعت حاصل کر کے اور جام کوثر پی کر سوئے جنت جا رہے ہیں۔ اب ان پر کوئی غم نہیں' وہ

شاداں و فرحاں ہیں' ان کے چہرے ستاروں سے زیادہ تابناک ہیں اور ان کے قلوب اطمینان کی دولت سے مالا مال ہیں۔ جنت کی بہاریں ان کے لیے چشم براہ ہیں۔ رضوان جنت ان کے استقبال کا منتظر ہے۔ یہ فرحت بخش منظر دیکھ کر غم سے ڈوبا ہوا اس کا دل خوشی سے اچھل پڑا اور وہ شفاعت رسولؐ کا پروانہ اور جام کوثر حاصل کرنے کے لیے دوڑنے لگا' لیکن اسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی غیر مرئی طاقت نے اسے روک لیا ہے۔ اس کے قدموں میں کسی نے میخیں ٹھونک دی ہیں۔ اسے یوں محسوس ہوا کہ اس کا ضمیر اس کی راہ میں ہمالیہ پہاڑ بن کر کھڑا ہو گیا ہے۔ اس کا ضمیر ایک شعلہ بیاں مقرر کی طرح بے تکان بولنے لگا۔ اس کا ضمیر کہنے لگا:

"اے بے وفا و بے مروت انسان! کس منہ سے شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا رہا ہے۔ تیرا ان سے کیا تعلق؟ تیرا ان سے کیا واسطہ؟ تیرا ان سے کیا رشتہ؟ تجھے ان سے کیا محبت؟ تجھے ان سے کیا چاہت؟ تیری زندگی میں جب تو جوان تھا' مرزا قادیانی نے شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پہ ڈاکہ ڈالا۔۔۔۔ تو نے کیا کیا؟

مرزا قادیانی اور اس کے بدمعاش ساتھیوں نے ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہرزا سرائی کی تو نے کیا کیا؟

سرور کائناتؐ کے قلب اطہر پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید میں مرزا قادیانی نے تحریف و تبدل کیا۔۔۔ تو نے کیا کیا؟

مرزا قادیانی نے اپنی بکواسیات کو احادیث رسولؐ کہا۔۔۔۔ تو نے کیا کیا؟

مرزا قادیانی نے اپنے مرتد ساتھیوں کو صحابہ رسولؐ کہا۔۔۔ تو نے کیا کیا؟

مرزا قادیانی نے اپنے چیلوں چانٹوں کو اصحاب بدر کہا۔۔۔۔ تو نے کیا کیا؟

پیارے نبیؐ کے پیارے ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دی گئیں۔۔۔۔ تو نے کیا کیا؟

محبوبؐ خدا کی لاڈلی بیٹی فاطمۃ الزہرؓا کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کی بیٹی کو سیدۃ النساء کہا گیا۔۔۔۔ تو نے کیا کیا؟

سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کی بیوی کو "ام المومنین" کہا گیا۔۔۔۔ تو نے کیا کیا؟

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے شہر مکہ و مدینہ کے مقابلے میں

مرزا قادیانی کے منحوس شہر ''قادیان'' کو مکہ و مدینہ کہا گیا---- تو نے کیا کیا؟

تیرے سامنے اسلام لٹتا رہا---- قرآن لٹتا رہا---- رسولؐ رحمت کے امتی مرتد ہو کر قادیانی بنتے رہے اور تو دولت سمیٹنے میں مست رہا---- تیرے کانوں پہ کبھی جوں تک نہ رینگی---- اتنے بڑے حادثوں نے تیرے دل پر کبھی چوٹ نہ لگائی---- اتنے بڑے سانحوں نے کبھی تجھے متفکر نہ کیا---- اب بتا تیرا رسولؐ سے کیا تعلق؟---- تیرا رسولؐ سے کیا ناتا؟----

وہ حشر کے میدان میں اپنے ضمیر کے سامنے لاجواب کھڑا ہے---- ضمیر کے سوالوں نے اسے گھائل کر کے رکھ دیا ہے---- ضمیر اس کو ایک زوردار دھکا مارتا ہے اور کہتا ہے چل اب جہنم کو---- جہاں کے لپکتے شعلے تیرے منتظر ہیں---- جہاں کے بچھو اور سانپ تیرے انتظار میں اپنے ڈنک لیے بیقراری سے لوٹ رہے ہیں---- یہ ہولناک منظر دیکھ کر اس کے منہ سے ذبح ہوتے بکرے کی طرح ایک دردناک چیخ نکلتی ہے---- جس کی ہولناکی سے وہ خواب سے بیدار ہو جاتا ہے---- وہ بری طرح کانپ رہا تھا۔ اس کا جسم پسینے سے شرابور تھا---- تھوڑے اوسان بحال ہوئے تو اس نے سنا کہ محلے کی مسجد سے صبح کی اذان کی آواز آ رہی تھی۔

حضرت بلالؓ کا جانشین کہہ رہا تھا:

اشہد ان محمد رسول اللہ

اشہد ان محمد رسول اللہ

وہ آنکھیں کھول کر دیوانہ وار ادھر ادھر دیکھنے لگتا ہے۔ اچانک اس کی نظر سامنے لگے کیلنڈر پر پڑتی ہے، جس پر جلی حروف سے لکھا تھا۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں